پاکستان کے آئینی اداروں (اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، شریعت اپیلیٹ بنچ) کا انسدادِ ربا کے حوالے سے کردار اور حکومتی طرزِ عمل: تحقیقی جائزہ

عبدالرحمن خان ۞

اصغر علی خان ۞

مقدمہ

پاکستان، اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا۔ بانی پاکستان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۸ء کے دوران متفرق تقاریر و بیانات میں پاکستان میں اسلامی نظام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی گوشوں کو نمایاں کیا؛ خصوصاً اسلامی معاشی نظام کے حوالے سے یکم جولائی، ۱۹۴۸ء کو اسٹیٹ بنک کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: "(ہمیں) دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی (معاشی) نظام پیش کرنا ہو گا جس کی اساس انسانی مساوات اور معاشرتی عدل کے سچے اسلامی تصور پر استوار ہو۔"[۱]

چناں چہ پاکستان کے آئینی اداروں نے معیشت کو ربا (سود) سے پاک کرنے کے حوالے سے متفرق اوقات میں گراں قدر اقدامات اٹھائے۔ اس مقالے میں انسدادِ ربا کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بنچ کے کردار کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ مزید بر آں، اِس دوران انسدادِ ربا کے حوالے سے حکومتی طرزِ عمل کو بھی واضح کیا جائے گا۔

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، یونی ورسٹی آف پونچھ، راولاکوٹ، آزاد کشمیر۔
(drabdulrehmank@gmail.com)

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، MUST، میر پور، آزاد کشمیر۔
(asghar111@gmail.com)

۱۔ اقبال احمد صدیقی، مترجم، **قائد اعظم: تقاریر و بیانات** (لاہور: بزم اقبال، ۱۹۹۸ء)، ۵۰۱۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا انسدادِ ربا کے مسئلے میں کردار

۱۹۶۲ء کے آئین کی ایک دفعہ کے تحت اسلامی نظریے کی مشاورتی کونسل کا قیام عمل میں آیا جسے مختصراً اسلامی مشاورتی کونسل کہا جاتا تھا۔ ربا کے حوالے سے سب سے پہلے مارچ ۱۹۶۳ء میں وزارت خزانہ، حکومتِ پاکستان کی طرف سے کونسل کو ایک ریفرنس موصول ہوا جس میں حکومت نے کونسل سے استفسار کیا کہ کیا عوام میں مروجہ سودی صورت، اسلامی اصولوں سے مطابقت رکھتی ہے؟ اگر نہیں تو آئین کے آرٹیکل (۲۰۴)(۱)الف کے تحت کونسل اسلامی قوانین سے مطابقت کے ذرائع کی سفارشات ارسال کرے۔

اسلامی مشاورتی کونسل کے لیے ۱۹۶۲ء کے آئین کے قاعدہ ۸ کے مطابق کسی مسئلے سے متعلق غور و خوض کے لیے ادارہ تحقیقات اسلامی سے مواد ورائے حاصل کرنا لازمی تھا۔ چناں چہ جون ۱۹۶۳ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی طرف سے ضروری مواد اور رائے کونسل کو موصول ہوئی جس پر کونسل کے اراکین کے مابین طویل بحث ومباحثہ کیا گیا۔ اس دوران گورنر سٹیٹ بنک، ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن، مسٹر اختر حسین چیف الیکشن کمشنر کی تحریری آرا بھی کونسل کو موصول ہوگئیں۔[۲]

بہرحال ادارہ تحقیقات اسلامی کی طرف سے جو رائے موصول ہوئی اس میں سب سے پہلے ربا کی تعریف بیان کی گئی۔ اس کے بعد 'ربا اور قرآن' کے حوالے سے مشہور آیات ربا پیش کی گئیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی سورۃ الروم آیت ۳۹، آل عمران آیت ۳۰، سورۃ البقرہ آیت ۲۷۵ تا ۲۸۰ کی روشنی میں ربا کی وضاحت پیش کی گئی۔ اس کے بعد احادیث میں ربا کی جن اقسام کا ذکر ہے، اس کو بیان کیا گیا جن میں خاص طور پر النسیئہ اور الفضل کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد دور حاضر میں شرح سود کا کردار بیان کیا گیا اور اس سلسلے میں ادارے کی تحقیق یہ تھی کہ قرآن مجید جس ربا کی حرمت کی بات کرتا ہے، رائج سود اس سے مختلف ہے۔ یہاں ادارہ تحقیقات اسلامی کی رائے کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے اس کے موقف کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا:

> ہمیں یقین ہے کہ ربا کی خصوصی ممانعت کو چھوڑ کر قرآن کی عام تعلیم کا منشا یہ ہے کہ امدادِ باہمی کی روح سماجی و اقتصادی انصاف اور فلاحی ریاست بیش از بیش ترقی کریں۔ اور اس مقصد کے لیے آخر کار سود کا خاتمہ یقیناً پسندیدہ ہوگا۔ ہم پر زور طریقہ پر اس بات کو پھر دوہراتے ہیں کہ سود کو آخر میں امکانی حد تک ختم کر دینے کا تعلق پھر بھی براہ راست قرآن کے

2– *Ten Year Report: 1962 to 1972* (Islamabad: Advisory Council of Islamic Ideology, Government of Pakistan), 1:3.

منع کیے ہوئے ربا سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں مختلف ہیں۔[۳]

اسی طرح ادارے نے، سود سے متعلق جو نتائج اخذ کیے ان کے مطابق رائج الوقت شرح سود قرآن میں بیان کردہ الحرم کے برعکس ہے۔ آج کل بنکوں میں جو سود رائج ہے اس کا قرآن میں حرام کردہ ربا سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ تاہم ادارے کی رائے میں مزید کہا گیا کہ اسلام ایسی معیشت جس میں سود رائج ہو، کے بجائے ایک فلاحی مملکت قائم کرنے کا خواہاں ہے، جس کی بنیاد باہمی تعاون اور سماجی انصاف پر ہو۔[۴]

ادارہ تحقیقات اسلامی کی ربا کے مسئلے پر رائے جمہور فقہاے کرام کے برخلاف تھی،اس لیے کہ جمہور فقہا بنکوں میں رائج ربا کو ربا المحرم ہی قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ رائے سے نظام معیشت میں سود کی راہ ہموار ہونا تھی، اس لیے اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبران نے مذکورہ رائے کو قبول نہیں کیا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کی رائے پر ممبران کونسل میں سے عبد الہاشم صاحب و دیگر نے مذکورہ رپورٹ کا تفصیلی محاکمہ کیا اور بنکوں کے سود اور قرآن میں بیان کردہ ربا المحرم کو ایک ہی قرار دیا۔[۵]

پہلا مرحلہ

اس کے بعد کونسل کے ممبران نے سود کے مسئلے پر علاحدہ علاحدہ رپورٹیں مرتب کرکے کونسل میں جمع کرائیں، جنھیں کونسل نے حکومت کو بھیج دیا۔ حکومت نے انھیں یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ آئین کے مطابق کونسل ان علاحدہ علاحدہ رپورٹوں کا جائزہ لے کر انھیں ایک جگہ مرتب کرکے پیش کرے۔ اس مقصد کے لیے کونسل نے ۱۳ جنوری، ۱۹۶۴ء کو کراچی میں اجلاس منعقد کیا، جس میں کونسل کی طرف سے مندرجہ ذیل فیصلہ کیا گیا:

> اسلامی مشاورتی کونسل اس بات پر متفق ہے کہ ربا ممنوع ہے مگر اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا قرآن میں ربا سے متعلق جو تصور پیش کیا گیا ہے اس میں وہ سود بھی شامل ہے جو عوام الناس میں مروج ہے؟ کونسل کے نزدیک وہ بھی الحرم میں شامل ہے۔ اسی طرح اس امر میں بھی اتفاق ہے کہ اسلامی معاشرتی انصاف اور بھائی چارے کی تکمیل کے لیے غیر سودی معاشی نظام کی تعمیر ضروری ہے۔ گو کہ اس حقیقت سے کونسل اتفاق کرتی ہے کہ اچانک یا فوری تبدیلی بہت سی مشکلات پیدا کر سکتی ہے، تاہم کونسل سفارش کرتی ہے کہ غیر سودی معاشی نظام کے لیے کوششوں کو طول نہ دیا جائے۔[۶]

3– Ibid., 1:27-32.

4– Ibid., 1:33.

5– Ibid., 1:35-37.

6 . Ibid., 1: 183-184.

جب یہ رپورٹ حکومت کو پیش کی گئی تو اسے جامع اور واضح نہیں سمجھا گیا۔ ۱۴/ جولائی، ۱۹۶۴ء کو ربا سے متعلق استفسار دوبارہ کونسل کو بھیجا گیا۔ کونسل نے اس بارے میں حکومت سے چند نکات کی تفصیل جاننا چاہی جو حکومت کی طرف سے ۲۲ دسمبر، ۱۹۶۴ء کو کونسل کے حوالے کی گئی اور دوبارہ یہ معاملہ ممبرانِ کونسل کے سپرد کیا گیا۔ اس دوران کونسل کی ہیئت میں تبدیلی آئی اور یہ معاملہ اب نئے ممبران کو منتقل ہوا۔ ۴ فروری، ۱۹۶۶ء کو کونسل کے لاہور میں منعقدہ اجلاس میں اس معاملے پر غور کیا گیا۔ چوں کہ یہ معاملہ باریک بینی اور تفصیلی غور و خوض کا متقاضی تھا اس لیے اس کو اگلے اجلاس کے ایجنڈے میں شامل کیا گیا۔ دسمبر، ۱۹۶۶ء میں ڈھاکہ میں کونسل کا اجلاس منعقد ہوا جس میں اس معاملے پر دو پہلوؤں سے غور کیا گیا۔ اول یہ کہ موجودہ معاشی نظام کے تحت سودی اور غیر سودی معاملات کو الگ کرنا۔ دوم یہ کہ اگر یہ طے پا جائے کہ موجودہ پورا نظام ربا کے تحت ہے تو اس کا متبادل نظام کیا ہو گا؟

چوں کہ یہ معاملہ صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے بلکہ دوسرے اسلامی ممالک کا بھی ہے، اس لیے کونسل نے یہ مناسب سمجھا کہ ربا سے متعلق دیگر اسلامی ممالک کے علما اور سکالرز کے فیصلوں اور آرا کو بھی جمع کیا جائے اور ان ممالک کے طریقوں کو دیکھا جائے جن کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے معیشت سے سود کو پاک رکھا ہے۔ اجلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ اس معاملے میں فی الحال کوئی حتمی فیصلہ نہ کیا جائے۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ اس معاملے سے متعلق مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے لیے ایک سوال نامہ مرتب کر کے پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک کے علما اور سکالرز کو ارسال کیا جائے۔ کونسل نے یہ بھی سفارش کی کہ حکومت ایک وفد، ان اسلامی ممالک میں بھیجے جن کا دعویٰ ہے کہ ان کی معیشت سود سے پاک ہے، وہ ان کے نظام کی جانچ پڑتال کریں اور ٹھوس ثبوت حاصل کریں۔ اگر کونسل مطلوبہ مواد سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ موجودہ معاشی نظام کو غیر سودی معاشی نظام سے تبدیل کرنا ضروری ہے تو اس سلسلے میں مستند ماہرین قانون اور موجودہ معاشی نظام کے ماہرین اور بنکاروں پر مشتمل ملکی و غیر ملکی ماہرین کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے، جو اس بارے میں عملی لائحہ عمل پر غور و خوض کرے۔ [(۷)]

کونسل کی طرف سے ۹ دسمبر، ۱۹۶۶ء کو دوبارہ اجلاس منعقد کیا گیا جس میں ربا سے متعلق غور و خوض کیا گیا اور متفقہ طور پر طے پایا کہ موجودہ رائج سود اپنی تمام تر صورتوں میں قرآن و سنت کے مطابق الحرم ہے۔ پھر وزارت خزانہ، حکومت پاکستان نے پبلک ٹرانزکشن سے متعلق کونسل کی وضاحت کے بعد، جس میں حکومتی اور

7– Ibid., 1:184-185.

عوامی سطح پر رائج سود کو الحرم قرار دیا گیا، مندرجہ ذیل رائج سودی صورتوں سے متعلق حتمی رائے طلب کی جن پر حکومت سود دیتی یا لیتی ہے:

۱۔ بنک کی طرف سے قرض کی رقم میں لیا جانے والا اضافہ

۲۔ خزانہ کی طرف سے تھوڑی مدت کے قرضے میں دی جانے والی چھوٹ

۳۔ سیونگ سرٹیفکیٹ پر دیا جانے والا اضافہ

۴۔ انعامی بونڈ پر دیا جانے والا انعام

۵۔ پروویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی

۶۔ ملازمین کو دیے جانے والے قرض پر اضافہ وغیرہ

غور وخوض کے بعد کونسل کی یہی رائے بنی کہ موجودہ بنکنگ نظام سود پر ہی مبنی ہے اور یہ مکمل تبدیلی کا متقاضی ہے اور کونسل اس مسئلے پر اپنی حتمی رائے دینے سے پہلے غیر سودی نظام معیشت کے نفاذ کی راہ میں حائل مشکلات سے متعلق ایک جامع سوال نامہ مرتب کرے اور حکومت کے ذریعے سے یہ بیرون ملک پاکستانی سفارت خانوں میں بھیجا جائے، جہاں علما، سکالرز اور ماہرین سے اس کا جواب حاصل کیا جائے، اور سود سے پاک معیشت کے ممالک کی تفصیلات و طریقہ کار سے متعلق معلومات حکومت کے ذریعے سے کونسل کو مہیا کی جائیں۔ اس سلسلے میں کونسل کے اراکین کو بھی مسلم ممالک میں غیر سودی معیشت کا معائنہ کرنے اور ان ممالک کا، جن کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے معیشت کی بنیاد سود سے پاک رکھی ہے، دورہ کرنے کے لیے بھیجا جائے۔ اس کے بعد حکومت اس سلسلے میں اعلیٰ کمیشن بنائے جس میں ماہرین قانونِ اسلامی، ماہرین معاشیات اور بنکاروں کے ذریعے غیر سودی بنیادوں پر کام کیا جائے۔ اس سلسلے میں کونسل نے مجوزہ افراد کی ایک فہرست بھی تیار کی جن کو سوال نامہ بھیجا جانا تھا۔[۸]

بالآخر اسلامی مشاورتی کونسل کا اجلاس دسمبر ۱۹۶۹ء میں ڈھاکہ میں منعقد ہوا جس میں سود کے حوالے سے حتمی رپورٹ مرتب کی گئی، جس کے مطابق ربا اپنی ہر صورت میں حرام ہے اور شرح سود میں کمی بیشی سود کی حرمت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ افراد و اداروں کے مابین لین دین کی بہت سی صورتوں کے بارے میں، جن سے متعلق حکومت نے استفسار کیا تھا، کونسل نے فیصلہ سنایا کہ وہ الحرم ہیں، جن میں بنک کی طرف سے قرض کی رقم میں لیا جانے والا اضافہ، خزانے کی طرف سے تھوڑی مدت کے قرضے میں دی جانے والی چھوٹ، سیونگ سرٹیفکیٹ پر دیا جانے والا اضافہ، انعامی بونڈ پر دیا جانے والا انعام، پروویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی، ملازمین کو دیے جانے

8– Ibid., 185-187.

والے قرض پر اضافہ وغیرہ سب سود میں شامل ہیں۔ یہ رپورٹ حکومت کو پیش کی گئی اور بتایا گیا کہ مذکورہ چیزیں سود میں شامل ہیں۔ کونسل کی طرف سے حکومت کو مشورہ دیا گیا کہ اس نظام کی اصلاح کے لیے کونسل کی مشاورت سے اکابر فقہا، ماہرین معاشیات و ماہرین قانون پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اصلاح احوال کے لیے سفارشات مرتب کرے۔[۹]

۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۹ء تک اسلامی مشاورتی کونسل کا انسداد ربا کے مسئلے پر غور وخوض کا حاصل یہ تھا کہ اس وقت بنکوں میں لین دین کے متفرق طریق ہائے کار ربا کے زمرے میں آتے ہیں۔ لیکن نظام معیشت سے ربا کے خاتمے کے حوالہ سے کوئی جامع لائحہ عمل نہیں دیا گیا جس پر عمل پیرا ہو کر حکومت ربا کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھا سکتی۔ بنیادی طور پر یہ انسدادِ ربا کی کاوشوں کا پہلا مرحلہ تھا جو تقریباً سات سالوں پر محیط تھا۔ ان سات سالوں میں کونسل کی جانب سے انسداد ربا کے مسئلے پر جامع لائحہ عمل دیا جا سکتا تھا، لیکن ایسا نہیں کیا جا سکا۔

اس کے بعد دستور پاکستان ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۲۲۸ کے ذریعے ۹۰ دن کے اندر اندر اسلامی نظریاتی کونسل بنانے کا اعلان کیا گیا، جسے جنرل ضیاء الحق نے ایک ترمیم کے ذریعے مزید فعال بنایا۔

انھوں نے ۱۹۷۷ء میں اقتدار سنبھالنے کے بعد بہت سے اسلامی پہلوؤں پر کام کیا۔ انھوں نے معیشت سے سود کے خاتمے کے لیے ۲۹ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اسلامی نظریاتی کونسل کو سفارشات مرتب کرنے کا کام تفویض کیا اور اس مقصد کے لیے تین سال کی مدت طے کی، اور قوم سے خطاب میں کہا کہ تین سال کے عرصے میں معیشت کو سود سے پاک کر لیا جائے گا۔[۱۰]

دوسرا مرحلہ

اس مقصد کے حصول کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے نومبر ۱۹۷۷ء میں ملک کے معاشی نظام کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کے لیے ماہرین معاشیات، بنکاروں، کاروباری حضرات اور اسلامی قانون کے ماہرین پر مشتمل پندرہ رکنی پینل تشکیل دیا، جس کا سربراہ ڈاکٹر احسان رشید، پروفیسر معاشیات و ڈائریکٹر اپلائیڈ اکانومک ریسرچ سینٹر، کراچی یونی ورسٹی کو بنایا گیا۔ پینل کا مقصد کونسل کی جانب سے معاشی نظام کو اسلامیانے

9- Ibid., 140.

۱۰- اسلامی نظریاتی کونسل، **سالانہ رپورٹ جنوری ۱۹۸۰ تا مئی ۱۹۸۱ء** (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ۱۱۲-۱۱۱۔

(Islamize) کرنے کے حوالے سے رپورٹ پیش کرنا تھا۔ پینل کے پیش نظر معیشت کا ایسا نمونہ تھا جو اسلامی اصولوں کے مطابق عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ اس پینل کے آٹھ اجلاس ہوئے۔ ۴ جنوری، ۱۹۷۸ء کے اجلاس میں پینل نے تین ماہر بنکاروں کی رپورٹ کا جائزہ لیا، جو بنکوں سے سود کے خاتمے کے حوالے سے تھی۔ یہ رپورٹ بنیادی اہمیت کی حامل تھی، اس لیے کہ بعد کے مباحث کے لیے یہ بنیاد فراہم کر رہی تھی۔ اس رپورٹ سے پینل اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ سود کو تدریجاً ختم کرنے کی حکمت عملی کے تحت کام کیا جائے۔ اس پینل نے نومبر، ۱۹۷۸ء کو اپنی عبوری رپورٹ پیش کی جس میں مذکورہ مقصد کے لیے اقدامات تجویز کیے۔ عبوری رپورٹ میں سود کے خاتمے کے سلسلے میں مشکلات، غیر سودی طریقوں کا نفاذ اور تدابیر اور مختلف شعبہ جات سے متعلق سود کے خاتمے کے حوالے سے سفارشات پیش کیں۔ (۱۱)

مزید اس پینل کی جانب سے حتمی رپورٹ کی تیاری میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے پیش آمدہ مسائل کے سلسلے میں علما سے رجوع بھی کیا جاتا رہا اور خاص طور پر مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی سیاح الدین کاکاخیل اور مفتی محمد تقی عثمانی نے پینل کی جانب سے دیے گئے سوال نامے کے جامع جوابات مرتب کر کے پینل کو دیے۔ (۱۲)

عرب علما اور ماہرین اقتصادیات کی آرا میں بھی بنک کا منافع اسی ربا میں شامل ہے، جس کی حرمت قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ چناں چہ ڈاکٹر محمد القری "عرب علما اور ماہرین معاشیات و قانون کی آرا" کے ضمن میں شیخ محمد مصطفیٰ شلبی، ڈاکٹر علی السالوس، ڈاکٹر عبد الحمید الغزالی، ڈاکٹر یوسف القرضاوی اور ڈاکٹر فتحی السید لاشین کی آرا کا جائزہ لیتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

> خلاصہ یہ کہ بنک جو منافع دیتا یا لیتا ہے وہ سراسر سود ہے جس میں "ربا" کے تمام اجزا اور اس کی حقیقت و ماہیت پوری طرح موجود ہے۔ ماہرین معاشیات اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ منافع (Interest) پیسوں کے استعمال کی اجرت یا قیمت ہے جس کا اصل منبع ڈیپازٹ یا قرض ہے اور پیسہ بھی وہ بنیادی چیز ہے جو ڈیپازٹ کے عمل کا محور ہوتا ہے ماہرین قانون "منافع" کو تلافی (Compensation) کا نام دیتے ہیں لیکن اس نام کا اس پر انطباق نہیں ہوتا اس لیے کہ اس میں قطعی طور پر یہ شرط نہیں ہوتی کہ قرض دہندہ کو کوئی نقصان بھی ہوگا چناں چہ یہ حضرات، قرض دہندہ کے ان رقوم سے استفادہ نہ کرسکنے ہی کو بذات خود نقصان قرار دیتے ہیں چاہے اس دوران اسے ان کی

۱۱۔ اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ ۱۹۷۸ء- ۷۹ء (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، ۱۹۹۳ء)، ۲۲۷- ۲۳۱۔

۱۲۔ مرجع سابق، ۱۹۷۔

ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو۔[۱۳]

عالم اسلام کے بہت سے معروف علمی و فکری اداروں اور شخصیات نے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ بنک کا منافع ربا میں شامل ہے؛ جیسے مجمع البحوث الاسلامیہ مئی ۱۹۶۵ء کی قرارداد میں لکھا گیا ہے کہ قرض کی تمام اقسام پر طے شدہ منافع حرام اور ربا ہے، چاہے وہ صرفی قرض ہو یا پیداواری قرض، ان میں کوئی فرق نہیں۔ سود تھوڑا ہو یا زیادہ حرام ہے۔ اسی طرح مؤتمر اسلامی کی کونسل کے اجلاس، (منعقدہ ۲۲۔۲۸ دسمبر، ۱۹۸۵ء) کے نتائج بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ سودی بنکاری عالمی اقتصادی نظام کے لیے نقصان دہ چیز ہے۔ اس نظام کی سب سے بڑی خرابی سود کی حرمت سے اعراض ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کے نوویں اجلاس (منعقدہ رجب ۱۴۰۶ھ) میں مجلس کے معزز اراکین نے ربا کے انتہائی اہم مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ سے آدمی ایک ایسے حرام کا ارتکاب کرتا ہے جو کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کے کبیرہ گناہ ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور یہ درحقیقت سات کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ مزید یہ کہ جو قراردادیں اس مجلس نے پاس کیں ان میں سے سرفہرست یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو سود کے لین دین اور اس کی کسی صورت میں معاونت سے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، سے اجتناب کرنا چاہیے؛ کہیں ایسا نہ ہو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ان کے خلاف اعلان جنگ ہو جائے۔ مزید برآں اسلامی بنکوں کے لیے کویت میں منعقدہ اجلاس کی سفارشات میں بھی سرفہرست جو سفارش ہے وہ یہ ہے کہ اجلاس نے اس بات کی توثیق کی کہ مغربی ماہرین اقتصادیات کی اصطلاح میں جو چیز سود کہلاتی ہے، اور جو اس سے ملحق ہے، وہ ربا ہے اور شرعی طور پر حرام ہے۔ بنکوں کے سود کی حرمت میں مفتی مصر کا فتویٰ ہے کہ ربا کے اس مذکورہ معنی پر تمام آسمانی مذاہب کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے۔ بنکوں میں رقوم جمع کرنا یا قرض حاصل کرنا، ان صورتوں میں سے جو بھی صورت ہو، اگر اس کے لیے نفع مقرر ہو اور زمانے کی تحدید کی گئی ہو تو وہ سودی قرض شمار ہوگا اور ہر سودی قرض حرام ہے۔[۱۴]

مذکورہ ملکی و بین الاقوامی ماہرین معاشیات و علمائے کرام کی کاوشوں سے تیار کی گئی یہ عبوری رپورٹ،

۱۳۔ ڈاکٹر محمد علی القری، **بنک کا سود: اقتصادی و شرعی نقطۂ نظر**، مترجم: عتیق الظفر (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۶ء)، ۴۷۔

۱۴۔ یوسف القرضاوی، **ربوٰ اور بنک کا سود**، مترجم: عتیق الظفر (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۸ء)، ۸۹۔ ۱۰۴۔

سالانہ رپورٹ۱۹۷۸ء۔ ۷۹ء کے صفحہ ۲۳۱ تا ۳۷۸ تک، ایک سو ستائیس صفحات پر مشتمل ہے جس میں مختلف اداروں اور شعبہ جات سے سود کے خاتمے کی حکمت عملی و تجاویز درج ہیں۔

مذکورہ پینل نے اپنی فائنل رپورٹ فروری، ۱۹۸۰ء میں اسلامی نظریاتی کونسل میں پیش کی، جس کا جائزہ لینے کے لیے کونسل کے متعدد اجلاس منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں میں رپورٹ پر تفصیلی جائزہ لیا گیا اور جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی اس میں حذف و اضافہ اور تبدیلی کی گئی۔ پیش نظر یہی مقصد تھا کہ یہ رپورٹ نظامِ معیشت کو شرعی احکام کے مطابق جدید خطوط پر ہموار کرسکے۔ کونسل کا اجلاس ۱۵ جون، ۱۹۸۰ء کو کراچی میں منعقد ہوا جس میں اس رپورٹ کو حتمی شکل دی گئی۔[۱۵]

بلاشبہ انسدادِ ربا کے حوالے سے یہ بہت ہی اہمیت کی حامل رپورٹ تھی جسے ماہرین قانون اسلامی، ماہرین معاشیات، ماہرینِ بنکاری اور صاحب بصیرت علمانے تیار کیا، اور انتہائی دقیق و فنی مسائل کو باہمی مشاورت سے حل کیا۔ اس رپورٹ کو تمام اہل علم اور اہل فن کی حمایت حاصل تھی جسے نہ صرف پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں پذیرائی ملی، اس لیے کہ معیشت سے متعلق اس طرح کے کام کی مثال دنیا میں نہیں ملتی جس میں ہر شعبے کے اہل فن حضرات شریک رہے ہوں۔

کونسل کی یہ رپورٹ تعارف کے بعد پانچ ابواب پر مشتمل ہے، اور آخر میں اختتامیہ موجود ہے جس میں کونسل کی طرف سے نتائج تحقیق اور سفارشات پیش کی گئیں۔ تعارف میں نظام معیشت میں سود کی حرمت کے عقلی و نقلی دلائل بیان کیے گئے؛ مزید ان حکمتوں کو بیان کیا گیا جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا۔ اس کے بعد پہلے باب میں نظام معیشت سے سود کے خاتمے کے مسائل و مشکلات کا ذکر کیا گیا اور ان کا مجوزہ حل بتایا گیا۔ ان میں خاص طور پر سرمایہ کاری میں نفع و نقصان کی بنا پر شرکت کے طریقے پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی، کہ اس کے نفاذ میں کیا مشکلات آسکتی ہیں اور ان کا حل کیا ہے، اور دیگر نئے متبادل طریقے بھی بیان کیے گئے جو سود کے متبادل کے طور پر اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ تیسرے باب کا خاص موضوع تجارتی بنکوں سے انسدادِ سود کے حوالے سے ہے۔ اس میں بنکوں کو سرمایہ کاری کے لیے وہ اصول تجویز کیے گئے جو سود سے پاک ہیں، جس میں صنعت، تجارت، زراعت، تعمیرات سمیت کئی شعبہ جات میں سرمایہ کاری کے سود سے پاک طریقے شامل ہیں۔ تیسرے باب میں دیگر مالیاتی اداروں سے سود کے خاتمے کے مسائل اور متبادل تجاویز پر بحث کی گئی۔ چوتھے باب میں نظام معیشت

۱۵۔ سالانہ رپورٹ جنوری ۱۹۸۰ تا مئی ۱۹۸۱ء، ۱۱۲۔

میں مرکزی سٹیٹ بنک اور زرعی پالیسی کے وہ طریقے بیان کیے گئے جو سود سے پاک ہیں۔ پانچویں باب میں سرکاری لین دین سے سود کے خاتمے کے مسائل اور ان کا حل تجویز کیا گیا اور اختتامیے میں حاصل شدہ نتائج اور مجوزہ لائحہ عمل حکومت کو پیش کیا گیا جس کے ذریعے وہ تدریجاً مطلوبہ نتائج حاصل کر سکتی ہے۔[۱۶]

گویا یہ ایک جامع و مانع رپورٹ تھی جس میں پورے نظام معیشت سے انسداد ربا کے سلسلے میں ٹھوس عملی اقدامات کی سفارش کی گئی، جس میں ملک کے اندر اور دوسرے ممالک سے لین دین کے سلسلے میں انسداد ربا کے حوالے سے بھی سفارشات دی گئیں تھیں۔

۲۵جون، ۱۹۸۰ء کو چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے حتمی رپورٹ حکومت کو پیش کی اور کونسل کی جانب سے تجویز بھی دی کہ حکومت دسمبر، ۱۹۸۰ء کے آخر تک اس رپورٹ کی روشنی میں ایک عملی نقشہ تیار کرے جس کے ذریعے سودی نظام ختم کر کے اسلامی اصولوں کے مطابق نیا نظام جاری کیا جا سکے۔ کونسل کی بنیادی تجویز یہی تھی کہ سودی نظام کا متبادل اسلام کے بتائے ہوئے طریقۂ سرمایہ کاری، نفع و نقصان کی بنیاد پر شرکت اور مضاربت اور قرض حسنہ ہی ہیں۔ بہر حال کونسل نے ماہرینِ معاشیات و بنکاروں کی اس تجویز سے اتفاق کیا کہ فوری طور پر اس متبادل میں مشکلات پیش آسکتی ہیں، لہذا نظام بنکاری میں بعض دوسرے طریقے جاری رہیں گے جیسے پٹہ داری، بیع مؤجل، سرمایہ کاری بذریعہ نیلام کاری وغیرہ طریقے۔ واضح شرط کے ساتھ سرمایہ کاری کے حقیقی نفع و نقصان معلوم ہو جانے پر لین دین بے باک کیا جائے گا، لیکن کونسل کو یہ خطرہ ضرور تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ طریقے سودی نظام کے چور دروازے بن جائیں، اس لیے تجویز دی کہ منصوبہ بندی میں یہ بات رکھی جائے کہ بتدریج سود کو حقیقی متبادل طریقوں یعنی شرکت، مضاربت اور قرض حسنہ وغیرہ کی طرف لے جایا جائے اور دیگر طریقوں کو ختم کر دیا جائے۔

اسی طرح کونسل کی مزید تجویز یہ تھی کہ نظام معیشت کو سود سے پاک رکھنا ایک حصہ ہے، اسی طرح نظام معیشت سے دیگر منکرات کا خاتمہ بھی ناگزیر ہے۔ اسی طرح یہ بھی تجویز دی گئی کہ پہلے مرحلے میں اندرون ملک سے سود کا خاتمہ کیا جائے، اس لیے کہ فوری طور پر بیرونی قرضوں اور تجارتی رقوم سے سود کا خاتمہ ممکن نہیں، لہذا اسے تدریجاً دوسرے مرحلے میں ختم کیا جائے۔ کونسل نے امید ظاہر کی کہ حکومت کونسل کی رپورٹ پر نیک نیتی سے اس کے عملی نفاذ کے لیے تمام ضروری اقدامات بروئے کار لائے گی، اور حکومت کے لیے تین مرحلوں میں

۱۶۔ مرجع سابق، ۱۱۳۔۱۱۴۔

سود کے خاتمے کے لیے اقدامات تجویز کیے۔(۱۷)

اس کے بعد جنرل ضیاء الحق نے بنکوں کو حکم نامہ جاری کر دیا کہ وہ اپنے سسٹم کو PLS کے مطابق کریں۔ اس حوالے سے سٹیٹ بنک نے اپنے اجلاس منعقدہ یکم جنوری، ۱۹۸۱ء میں بنکوں کو نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ اس میں مارک اپ کے تحت بنکوں میں کام ہونے لگا جو اصل میں سود ہی کی ایک شکل تھی۔ اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر مین نے ۲ فروری، ۱۹۸۱ء کو صدر مملکت کو خط لکھا جس میں مارک اپ سے پیدا ہونے والے مسائل سے آگاہ کیا اور وقتاً فوقتاً اس حوالے سے تنقیدی مضامین بھی حکومت کو ارسال کیے جاتے رہے۔(۱۸)

کونسل کی جانب سے کیے جانے والے مزید اقدامات

اس کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر مین نے ۱۵ فروری، ۱۹۸۱ء کو ماہرین کا ایک ورکنگ گروپ تشکیل دیا جو کونسل کی سابقہ رپورٹ کی روشنی میں آئندہ مالی سال کے لیے سود کے خاتمے کی ٹھوس حکمت عملی وضع کر سکے۔ اس گروپ کا کنوینئر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب، ڈپٹی گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان، کراچی، کو بنایا گیا۔ اس گروپ میں تمام مالیاتی اداروں کا ایک ایک نمائندہ، وزارتِ خزانہ کا ایک نمائندہ اور دو علما شامل کیے گئے، لیکن وزارت خزانہ نے اپنا نمائندہ شامل کرنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ آخر میں اس رپورٹ پر عمل در آمد اسی کی ذمہ داری ہے لہٰذا وہ اپنا نمائندہ شامل نہیں کرے گا۔ چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل نے صدر مملکت کو ۱۹/ اپریل، ۱۹۸۱ء کو بذریعہ خط اس امر سے آگاہ کر دیا تھا۔

اس گروپ کا پہلا اجلاس ۲۱ مارچ، ۱۹۸۱ کو کراچی میں منعقد ہوا جس میں چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل نے ورکنگ گروپ کے اغراض و مقاصد پر گفت گو کی اور مزید فرمایا کہ حکومت کی طرف سے بنکوں میں بلا سود کاؤنٹر کا قیام اور سابقہ سودی نظام کو برقرار رکھنا انسدادِ سود کے لیے مناسب نہیں، جب کہ حکومت یکم جنوری، ۱۹۸۱ء کو کاؤنٹر کھول چکی تھی اور مارک اپ سسٹم بھی رائج کر چکی تھی جو دراصل سود ہی کی صورت تھی۔ بحث میں شریک بعض نمائندوں کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ انھوں نے ابھی تک اپنے ادارے میں سود کے انسداد کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اسی طرح بعض کا یہ کہنا تھا کہ مارک اپ بھی سود ہی ہے اور مارک اپ اور بلا سود کاؤنٹر کی تجویز بھی دراصل حکومت کی تھی جسے بنکوں نے عملی جامہ پہنایا۔

۱۷۔ مرجع سابق، ۱۱۴۔۱۱۶۔

۱۸۔ مرجع سابق، ۱۲۶۔

گروپ کا دوسرا اجلاس ۲۹/اپریل، ۱۹۸۱ء کو سٹیٹ بنک بلڈنگ، کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں چئیر مین کونسل نے نمائندوں کو وزارت خزانہ کے جواب سے مطلع کیا کہ وہ اس اجلاس میں شامل نہیں ہو رہے۔ بیش تر نمائندوں کا خیال تھا کہ وزارت خزانہ کے نمائندے کی عدم شمولیت سے گروپ کے کام میں مشکلات آئیں گی۔ بہر حال اس اجلاس میں مارک اپ سسٹم پر بحث کی گئی جو یکم جنوری، ۱۹۸۱ء سے بنکوں میں جاری کیا گیا، جسے متفقہ طور پر ماہرین نے سود ہی قرار دیا۔[۱۹]

ایک سال کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس ۲۷/جون، ۱۹۸۱ء کو منعقد ہوا، جس میں ان اقدامات کا جائزہ لیا گیا جو حکومت نے سال ۱۹۸۰ء۔۱۹۸۱ء کے دوران سود کے خاتمے کے لیے کیے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے ان اقدامات پر عدم اطمینان کا اظہار کیا اور اس مقصد کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔ اس قرارداد کا متن پیش خدمت ہے:

> کونسل نے ۱۹۸۰ء– ۱۹۸۱ء میں کیے جانے والے ان اقدامات کا جائزہ لیا جو حکومت نے اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کے سلسلے میں انجام دیے ہیں۔ ان میں خاتمہ سود کے لیے کیے جانے والے اقدامات، ان سفارشات کے بلکل برعکس ہیں جو کونسل نے تجویز کیے تھے۔
>
> کونسل نے اپنی رپورٹ میں سود کے خاتمے کے ہر ہر مرحلے کو منطقی ترتیب دے کر واضح کر دیا تھا اور ان خطرات سے آگاہ کر دیا تھا جو اس تجربے کی ناکامی پر منتج ہو سکتے ہیں۔
>
> حکومت کی طرف سے اس وضاحت اور تنبیہ کو مسترد کر دیا گیا اور وہ طریقہ اختیار کیا گیا جو مقصد کو فوت کرنے کا سبب بن گیا ہے۔
>
> کونسل نے شراکت و مضاربت اور قرض حسنہ کو ہی سودی نظام کا اصل اور حقیقی بدل قرار دیا تھا۔ البتہ عبوری دور کے لیے اور ناگزیر حالات میں بعض دیگر طریقوں کی سفارش بھی کی تھی۔ حکومت نے اپنی سکیم میں مارک اپ اور مارک ڈاؤن کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ سود کے سوا کچھ نہیں۔
>
> اس طرح ہنڈیوں کی کٹوتی کے سلسلے میں حکومت نے سود کی اضافہ قیمت کے نام کو اور بعض جگہ کمی قیمت کے نام کو استعمال کر کے سود کو برقرار رکھا۔ کونسل کی طرف سے تعزیری سود کے طریقہ کی مخالفت کے باوجود اس کو علیٰ حالہ برقرار رکھا گیا۔ اس کے بجائے تعزیری جرمانہ عائد کیا جانا چاہیے تھا جو متعلقہ حکومت کے خزانہ میں جمع ہو۔[۲۰]

اس قرارداد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت نے کونسل کی مرتب کردہ رپورٹ کے مطابق معیشت

۱۹- مرجع سابق، ۱۲۷-۱۲۹۔

۲۰- اسلامی نظریاتی کونسل، **سالانہ رپورٹ ۱۹۸۱ء-۸۲ء** (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان، ۱۹۹۳ء)، ۱۷۳-۱۷۴۔

سے سود کے خاتمے کے لیے کتنی لاپرواہی برتی، حالاں کہ یہ رپورٹ علما، ماہرین معاشیات، مشہور بنکاروں اور کاروباری طبقوں کی مشترکہ کاوش تھی۔ اس میں حکومت کے پاس یہ عذر نہیں تھا کہ یہ رپورٹ محض نظری طور پر علما کی طرف سے تیار کی گئی ہے اور اس کا قابل عمل ہونا ممکن نہیں۔ اس کی تیاری میں ہر طبقے کے ماہرین شامل تھے۔ حکومت نے اسے نظر انداز کر کے اپنی حکمت عملی کے تحت کام کیا، جس کا نتیجہ سامنے ہے۔

اس کے بعد کونسل نے پھر حکومت سے درخواست کی کہ وہ کونسل کے ساتھ مشترکہ طور پر انسداد سود کے خاتمے کے لیے کوشش کرے اور ایسے اقدامات کیے جائیں جو علما اور عوام کو مطمئن کر سکیں۔ مزید یہ کہ کونسل نے ۱۵/اگست، ۱۹۸۱ء کو اپنے اجلاس میں صدر مملکت کی طرف سے ۲۴/جون، ۱۹۸۱ء کو بھیجے گئے ایک مراسلہ بعنوان **"سودی نظام کے خاتمے کے لیے علمی تدابیر"** پر غور وخوض کیا اور سابقہ رپورٹ کی روشنی میں خاتمہ سود کے لیے حکومت کو تجاویز پیش کیں۔[۲۱]

اس کے بعد بھی حکومت کی طرف سے مارک اپ کو ختم نہیں کیا گیا، اور مشارکہ، بیع الاجارہ اور پٹہ داری کو جس طرح اختیار کیا گیا اس سے معیشت میں کسی چھوٹے سے شعبے میں بھی خاتمہ سود کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حکومت نے بجٹ میں ان طریقوں کو سودی قرضوں کے متبادل کے بجائے، سودی قرضوں کے ساتھ کچھ اضافی طریقوں کو اختیار کرنے کی تجویز کے طور پر پیش کیا اور ان طریقوں کو بنکوں کے لیے اختیاری رکھا گیا جس سے بنک اگر یہ محسوس کرے کہ ان طریقوں سے شرح منافع کم ہو رہی ہے تو وہ مشارکہ کا معاہدہ ختم کر سکتا ہے اور رائج سودی قرضوں کو ہی اختیار کر سکتا ہے۔ اگر اس سے مقصود سود کا تدریجاً انسداد تھا تو غیر سودی طریقۂ کار کے مقابلے میں سودی طریقۂ کار کو ختم کر دیا جاتا تاکہ سودی کاروبار کا دائرہ سکڑ کر ختم ہو جاتا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کے ساتھ حکومت نے بجٹ میں ماہانہ آمدنی بچت کی سکیم سے بھی اپنے کردار کو مشکوک بنایا کہ وہ سود کے خاتمے میں مخلص ہے، کیوں کہ ماہانہ آمدنی بچت سکیم بھی سودی سکیم ہے۔[۲۲]

اس صورتِ حال میں کونسل نے ایک بار پھر حکومت سے درخواست کی کہ کسی ایسے اقدام کی حمایت نہ کی جائے جو معیشت سے سود کے خاتمے کی کوششوں میں حکومتی کردار کو مشکوک بنا دے۔ حالاں کہ صدر مملکت نے ۱۹۸۲ء تک سود کے مکمل خاتمے کا وعدہ کیا تھا جو بہ ظاہر طویل عرصہ تک پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کونسل نے سفارش کی کہ اس سال یعنی ۱۹۸۲ء کے اندر اندر سود کے دائرے کو محدود کیا جائے۔ اور اس کی عملی صورت یہ

۲۱۔ مرجع سابق، ۱۸۶۔

۲۲۔ اسلامی نظریاتی کونسل، **سالانہ رپورٹ ۱۹۸۲ء۔۸۳ء** (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، ۱۹۹۳ء)، ۴۱۔ ۴۲۔

ہو گی کہ پٹہ داری، بیع الاجارہ اور مشارکہ کو خالصتاً شرعی بنیادوں کے مطابق کاروبار کے متفرق شعبوں میں لازمی قرار دیا جائے۔ کونسل نے اپنی سفارشات ۱۸/اکتوبر، ۱۹۸۲ء کو وزارت خزانہ اور وزارت مذہبی امور کو ارسال کیں۔ (۲۳)

۱۹۷۹ء میں کونسل کی طرف سے پہلے مرحلے میں جن تین شعبوں سے سود کے خاتمے کی تجویز دی گئی تھی، اس میں سے ایک این آئی ٹی (یونٹ) ٹرسٹ بھی تھا۔ اس شعبے کو سود سے پاک کرنے سے پہلے یہ شعبہ ہر سال اپنے حصص پر ایک مقررہ شرح منافع کا اعلان کرتا تھا جو شرعاً ٹھیک نہیں۔ اس کو سود سے پاک کرنے کے حوالے سے اسی شعبے نے اخبارات میں اشتہار جاری کیا کہ شرح منافع کی ضمانت کے حوالے سے اسے اسلامی نظریاتی کونسل کی تائید حاصل ہے۔ اس حوالے سے ۳/اپریل، ۱۹۸۳ء کو چیئرمین کونسل نے اپنی رائے تحریر کی جو پیش خدمت ہے:

> اس مسئلہ میں شرعی صورت یہ ہے کہ شخص ثالث کی کفالت اصل سرمایہ کی حد تک دیانتاً جائز ہے، قضاءً نہیں یعنی اس عقد کفالت کو بذریعہ عدالت نافذ نہیں کرایا جا سکتا۔ منافع کی کفالت (ضمانت) تو کسی صورت میں جائز نہیں۔ کونسل نے اس ضمن میں جو فیصلے کیے ہیں وہ ریکارڈ پر ہیں اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کے کونسل کی طرف سے تحریر کردہ خطوط اس امر کا ثبوت ہیں کہ این آئی ٹی کی طرف سے کونسل ہذا کی توثیق کا ذکر خلاف واقعہ ہے۔ (۲۴)

اس تحریر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ این آئی ٹی (یونٹ) ٹرسٹ کی جانب سے اپنے سودی کاروبار کے حوالے سے کونسل کی تائید کا حوالہ غلط تھا۔ بعد میں کونسل نے منافع کی ضمانت کو ناجائز قرار دیا اور اس کے بارے میں فیصلہ سنا کر ۲ جون، ۱۹۸۳ء کو وزارت مالیات کو ارسال کیا گیا۔ (۲۵)

مالیاتی قوانین کا جائزہ لینے کے لیے کونسل کے ۱۷ تا ۲۷ مارچ، ۱۹۸۴ء مختلف اجلاس منعقد ہوئے اور ایک رپورٹ مرتب کی گئی۔ اس رپورٹ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں اسلام کے نظام مالیات پر اصولی گفت گو کی گئی جب کہ دوسرے حصے میں رائج الوقت مالیاتی قوانین کا جائزہ لیا گیا۔ رپورٹ کے دوسرے حصے میں جن قوانین کا جائزہ لیا گیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ بنکوں کے بارے میں قوانین

۲۳۔ مرجع سابق، ۴۲۔

۲۴۔ مرجع سابق، ۴۳۔

۲۵۔ مرجع سابق، ۴۴۔

۲۔ مختلف شعبہ جات میں مالی سہولتیں فراہم کرنے والے اداروں کے بارے میں قوانین

۳۔ بیمہ کمپنیوں کے قوانین

۴۔ ٹیکسوں کے قوانین

۵۔ دیگر متفرق قسم کے قوانین

اس ضمن میں مذکورہ اداروں کے تقریباً چوبیس سے زیادہ قوانین کا جائزہ لیا گیا۔ اس سلسلے میں کونسل نے مشورہ دیا کہ ان اداروں سے متعلق قوانین کے لیے کونسل کی طرف سے ۱۹۸۰ء میں جامع اور نظر ثانی شدہ رپورٹ" رپورٹ برائے مجموعی سفارشات اسلامی نظام معیشت" کی طرف رجوع کیا جائے جس سے ان اداروں کی سرگرمیوں کو سود سے پاک کرنے کے قابل عمل طریقوں کا فہم حاصل ہو سکتا ہے۔ کونسل کی طرف سے رپورٹ حکومت کو ارسال کی گئی۔ (۲۶)

۱۹۸۸ء میں جنرل ضیاء الحق نے شریعت آرڈیننس جاری کرنے کے بعد ایک اقتصادی کمیشن تشکیل دیا جس کا چیئرمین ڈاکٹر احسان رشید کو بنایا۔ ۱۵/ اکتوبر، ۱۹۸۸ء کو اس آرڈیننس کی میعاد ختم ہونے پر صدر غلام اسحاق خان نے اس میں توسیع کر دی، لیکن اس کے بعد اسے قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا اور ۱۵ فروری، ۱۹۹۰ء کو اس کی مدت مکمل ہونے پر یہ از خود ختم ہو گیا اور کمیشن نے آٹھ ماہ تک جو کام کیا وہ بیکار گیا۔ (۲۷)

اسلامی مشاورتی کونسل اور بعد ازاں اسلامی نظریاتی کونسل نے انسداد ربا کے مسئلے پر تقریباً سترہ سال کے طویل دورانیے کی محنت کے بعد ماہرین معاشیات اور علمائے کرام کی مشترکہ کاوشوں سے ایک جامع رپورٹ مرتب کر کے حکومت کو پیش کی۔ اس کی روشنی میں حکومت کو مؤثر اقدامات اٹھانے کا کہا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں اس حتمی رپورٹ کے پیش کیے جانے کے بعد سے ۱۹۹۰ء تک تقریباً دس سال کے دورانیے میں حکومت کی جانب سے لیت و لعل برتنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کبھی بھی حکومت نے اس رپورٹ میں پیش کی جانے والی سفارشات پر ٹھوس عملی اقدامات اٹھانے پر سنجیدگی نہیں دکھائی۔ اس کا اندازہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک کیے گئے حکومتی اقدامات، جن کا سابقہ سطور میں ذکر کیا گیا، سے لگایا جا سکتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا دائرۂ کار آئین پاکستان کی دفعہ ۲۳۰ کے مطابق اسلامی قانون سازی کے حوالے سے اقدامات کی سفارش کرنا ہے۔ یہ سفارشات مختلف مراحل میں کونسل

۲۶۔ اسلامی نظریاتی کونسل، بارھویں رپورٹ: **اسلامی نظام مالیات و قوانین مالی** (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، ۱۹۸۴ء)، ۲۳- ۲۷۔

۲۷۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، **سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا تاریخی فیصلہ** (کراچی: صدیقی ٹرسٹ، س ن)، ۱۹۲۔

نے رپورٹس کی صورت میں حکومت کو پیش کیں، لیکن حکومت کی جانب سے جواباً خاطر خواہ اقدامات سامنے نہیں آئے۔

وفاقی شرعی عدالت کا انسدادِ ربا کے مسئلے میں کردار

اسلامی نظریاتی کونسل نے جنرل ضیاء الحق صاحب کی مارشل لا حکومت کو مشورہ دیا کہ اعلیٰ عدالتوں کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ کسی قانون کے اسلامی و غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکیں، اس لیے کہ کونسل کا کام صرف مشورہ دینے کی حد تک ہے۔ حکومت نے اس مشورے کو قبول کر لیا اور ۱۹۷۹ء میں آئین پاکستان میں ترمیم کے ذریعے ہائی کورٹس میں شریعت بنچ تشکیل دیے گئے جو کسی قانون کے اسلامی و غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہ بنچ زیادہ کارگر ثابت نہ ہو سکے، کیوں کہ اس کے ذریعے مختلف ہائی کورٹس میں شریعت بنچ کسی ایک مسئلے پر مختلف فیصلہ سنا سکتے تھے۔ اس تجربے کی ناکامی کے بعد کونسل کی سفارش پر ۱۹۸۰ء میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعے باقاعدہ وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں لایا گیا اور اسے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرنے کا مجاز بنایا گیا۔[۲۸]

جب ۲۶ جون، ۱۹۸۰ء کو وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں آیا تو ابتدا میں اس عدالت سے ۳ سال کے لیے مالیات سے متعلق قوانین کو مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ اس دوران اسلامی نظریاتی کونسل مالیات سے سود کو پاک کرنے سے متعلق ایک جامع رپورٹ تیار کر رہی تھی جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ۳ سال کا استثنا مالیات کو سود سے پاک کرنے کے تدریجی عمل کا حصہ ہے۔ تین سال کی مدت مکمل ہونے پر پھر آئین میں ترمیم کر کے یہ مدت چار سال کر دی گئی۔ اس کے بعد پھر ایک اور ترمیم کے ذریعے یہ مدت پانچ سال کر دی گئی۔ پانچ سال پورے ہونے والے تھے کہ آئین میں ایک اور ترمیم کے ذریعے سے یہ مدت سات سال کر دی گئی۔ اس کے بعد جنرل ضیاء الحق نے نفاذِ اسلام کی کوششوں کو جاری رکھنے کے حوالے سے ریفرنڈم کرا کر اپنی مدت صدارت کو مزید بڑھا دیا اور آئین میں ایک اور ترمیم کے ذریعے مالیات سے متعلق قوانین کے استثنا کی مدت سات سال سے بڑھا کر دس سال کر دی۔ بہر حال ۲۶/جون، ۱۹۹۰ء کو دس سال استثنا کی مدت مکمل ہونے پر وفاقی شرعی عدالت کو مالیاتی قوانین کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرنے کا اختیار مل گیا۔[۲۹]

۲۸- ڈاکٹر محمد امین، **عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۹ء)، ۱۶۶۔

۲۹- تنزیل الرحمٰن، سود، ۴۳۔

استثنا کی مدت کے اختتام کے بعد چند دنوں میں ہی سود سے متعلق ۲۰ قوانین کے بارے میں ۱۱۵ درخواستیں وفاقی شرعی عدالت کو موصول ہوئیں، اور تین قوانین کے حوالے سے عدالت نے از خود نوٹس لیا۔ اس طرح ۲۳ قوانین کے بارے عدالت میں سماعت ہوئی۔[۳۰] اس کیس کی سماعت چیف جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن، جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان اور جسٹس عبید اللہ خان نے کی۔[۳۱]

چوں کہ ان سب درخواستوں میں جن قوانین کو چیلنج کیا گیا تھا، ان میں قدر مشترک سود تھالہٰذا عدالت میں ان سب درخواستوں کو مشترکہ طور پر زیر بحث لایا گیا۔ اس کے لیے عدالت نے ربا سے متعلق ایک سوال نامہ تیار کیا، جس میں ربا کی تعریف اور کیا آج کے دور میں رائج سود قرآن میں بیان کردہ المحرم کے زمرے میں آتا ہے؟ جیسے سوالات شامل تھے، نیز اگر بنکوں کو سود سے پاک کیا جائے تو اس کے متبادل کے طور پر اسلامی احکام کی عملی صورت کیا ہوگی؟ وغیرہ سوالات کو بھی شامل کیا گیا۔ دینی سکالرز، ماہرین معاشیات، علما اور بنکاروں کی جانب سے ان سوالوں کے تحریری جوابات عدالت کو موصول ہوئے۔ اسی طرح مشہور بنکاروں اور ماہرین معاشیات اور سکالرز عدالت میں پیش ہوئے اور اپنی گزارشات پیش کیں۔[۳۲]

عدالت میں مسئلۂ سود کے حوالے سے مشہور ملکی وغیر ملکی مفکرین کی آرا کو بھی زیر بحث لایا گیا۔ جن میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر حمید اللہ، ڈاکٹر محمد عمر چھاپرہ، شیخ ابو زہرہ، مولانا تقی عثمانی اور علامہ غلام رسول سعیدی نمایاں ہیں۔ اسی طرح ربا کے حوالے سے مشہور ملکی وغیر ملکی اداروں کی رپورٹوں اور آرا کو بھی زیر بحث لایا گیا۔ ان میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ ۱۹۸۰ء، بھارتی فقہ اکیڈمی کی قرارداد، او۔ آئی۔ سی کے تحت اسلامی فقہ اکیڈمی کی قرارداد اور جدہ سیمینار کی قرارداد نمایاں تھیں۔

۳۰۔ مرجع سابق، ۸۔

۳۱۔ وہ بیس قوانین درج ذیل ہیں: قانون سود مجریہ ۱۸۳۹ء، گورنمنٹ سیونگز بنک ایکٹ ۱۸۷۳ء، قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ ۱۸۸۱ء، قانون حصول اراضی ۱۸۹۴ء، مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء، کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء، کوآپریٹو سوسائٹیز رولز ۱۹۲۷ء، قانون بیمہ ۱۹۳۸ء، اسٹیٹ بنک آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۶ء، مغربی پاکستان قانون ساہو کاران ۱۹۶۰ء، مغربی پاکستان ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۵ء، پنجاب ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء، سندھ ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء، شمال مغربی سرحدی صوبہ ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء، بلوچستان ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء، پاکستان زرعی ترقیاتی بنک رولز ۱۹۶۱ء، بنکاری کمپنیز آرڈیننس ۱۹۶۲ء، بنکاری کمپنیز رولز ۱۹۶۳ء، بنکوں کی نیشنلائزیشن (ادائیگی معاوضہ) کے قواعد ۱۹۷۴ء، بنکاری کمپنیات (قرضہ جات کی وصولی) کا آرڈیننس مجریہ ۱۹۷۹ء۔ (مرجع سابق، ۹۔ ۱۰۔)

۳۲۔ مرجع سابق، ۱۱– ۱۴۔

اس کے بعد عدالت نے ان تمام تحریروں، گزارشات، آرا اور قراردادوں پر تفصیل سے تنقیح کی اور اس کے بعد چیلنج کردہ قوانین کا جائزہ لیا۔ چیلنج کردہ قوانین کو اسلامی احکام کے خلاف قرار دیتے ہوئے ۱۴ نومبر، ۱۹۹۱ء کو فیصلہ سنایا گیا فیصلے کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے:

بہر حال ہم نے مسٹر ایس ایم ظفر کی درخواست پر پوری توجہ سے غور کیا اور وفاق نیز چاروں صوبائی حکومتوں کو اب بھی مہلت دیتے ہیں کہ وہ ان قوانین یا ان کی دفعات کو اسلامی احکام کے مطابق بنالیں۔ اس مقصد کے لیے ہم ۳۰ جون، ۱۹۹۲ء کی تاریخ مقرر کرتے ہیں جس سے یہ فیصلہ مؤثر ہو گا۔ ان قوانین کی وہ متعدد دفعات، جن پر فیصلہ میں بحث کی گئی اور انہیں اسلامی احکام کے خلاف قرار دیا گیا، یکم جولائی ۱۹۹۲ء سے غیر مؤثر ہو جائیں گی۔ (۳۳)

عدالت نے فیصلے میں حکومت کو چند اسلامی بنکوں کی مثالیں بھی دیں جن کے معاملات سود سے پاک ہیں۔ اردن، جرمنی، فرانس، ایران میں غیر سودی معیشت کا قیام سمیت کئی اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے اسلامی بنکوں کی مثالیں دے کر بتایا کہ یہ سوچنا غلط ہے کہ سود کے خاتمے سے اقتصادی بحران پیدا ہو جائے گا۔

وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے پر حکومت نے اس پر عمل درآمد کے بجائے وزارت خزانہ میں ایک خفیہ سیل قائم کیا جس میں قانون، مالیات اور معاشیات سے وابستہ لوگوں کو بلا کر غیر سودی نظام کو بچانے کے لیے صلاح مشورے شروع کر دیے۔ بہ ظاہر یہ کام غیر ملکی سودی نظام کے آلہ کاروں کے ایما پر ہو رہا تھا۔ جب عدالت کی طرف سے مہلت ختم ہونے میں ایک ماہ باقی تھا تو ایک سرکاری بنک نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں اس فیصلے کو چیلنج کر دیا۔ یہ بنک بعد میں نجی شعبے کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد دیگر سرکاری مالیاتی اداروں نے بھی اس فیصلے کو چیلنج کر دیا، اور بالآخر حکومت نے بھی اسے چیلنج کر دیا۔ (۳۴)

اب چوں کہ جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۸۴ء وفاقی شرعی عدالت کی دفعہ میں ترمیم کر کے یہ شرط لگائی تھی کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو چیلنج کرنے کی صورت میں درخواست گزار کو بغیر کسی سرکاری سماعت کے حکم امتناعی حاصل ہو جائے گا۔ اس شرط کے ذریعے سے گویا حکومت کسی بھی فیصلے کو اپنی من پسند مدت تک لٹکانا چاہے تو قانونی طور پر اس کو اختیار حاصل ہو گا۔ چناں چہ یہی ہوا کہ ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۷ء تک مختلف حکومتیں بنتی ٹوٹتی رہیں اور

۳۳۔ مرجع سابق، ۱۹۲۔۱۹۳۔

۳۴۔ مرجع سابق، ۱۹۵۔

یہ معاملہ زیر التوا ہی رہا۔[۳۵]

اس کے بعد ۳ فروری، ۱۹۹۷ء کو عام انتخابات کے نتیجے میں نواز شریف دوبارہ اقتدار میں آئے تو انھوں نے ۳۱ مارچ، ۱۹۹۷ء کو راجہ محمد ظفر الحق کی سربراہی میں ایک اور کمیشن تشکیل دے دیا جس کے ذمے یہ کام سونپا گیا کہ وہ معیشت کو اسلامیانے کے لیے سفارشات مرتب کرے۔ یہ کمیشن بھی اپنا کام مکمل کر چکا، لیکن اس پر عمل کی نوبت نہ آسکی۔[۳۶]

وفاقی شرعی عدالت کے انسداد ربا کے حوالے سے دیے گئے فیصلوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ بہت حد تک اسلامی نظریاتی کونسل کی ۱۹۸۰ء میں پیش کی گئی حتمی رپورٹ سے مستفاد تھے۔ ۱۹۸۰ء میں بلا سود بنکاری کے سلسلے میں حتمی رپورٹ کی تیاری میں جہاں دیگر علما کی آرا کو شامل کیا گیا وہاں مفتی محمد تقی عثمانی کی جانب سے سوال نامے کے جواب میں دی گئی آرا سے بھی استفادہ کیا گیا تھا۔ مفتی محمد تقی عثمانی اس وقت اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی تھے۔ اسی طرح وفاقی شرعی عدالت نے ربا کے حوالے سے دیے گئے فیصلوں سے قبل جب علما و ماہرین معاشیات کی آرا طلب کیں تو اس موقع پر بھی مفتی محمد تقی عثمانی سمیت جید علما کی آرا شامل تھیں۔ ان آرا کو ربا کے خلاف دیے گئے فیصلوں میں کلیدی حیثیت حاصل رہی۔ گویا اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں میں ایک تسلسل و ارتقا پایا جاتا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات محدود رکھے گئے تھے جس سے فائدہ اٹھا کر ربا کے خلاف فیصلوں پر حکومت کی جانب سے عمل درآمد نہیں کیا گیا اور معاملہ التوا کا شکار رہا۔ چوں کہ حکومت سمیت دیگر اداروں نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو عدالت میں چیلنج کر دیا تھا، اس لیے برسرِ اقتدار حکومتوں نے اس مسئلے پر سرد مہری دکھائی اور یہ مسئلہ جوں کا توں رہا۔

شریعت اپیلیٹ بنچ کا انسدادِ ربا کے مسئلے میں کردار

عدالت عالیہ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو چیلنج کرنے کے تقریباً سات سال بعد بنچ تشکیل دیا گیا۔ اس بنچ میں جسٹس خلیل الرحمن، جسٹس منیر اے شیخ، جسٹس وجیہہ الدین احمد اور جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی شامل تھے۔ اس بنچ نے مارچ، ۱۹۹۹ء میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیلوں کی سماعت شروع کی۔ آٹھ ماہ تک یہ سماعت جاری رہی اور بالآخر ۲۳ دسمبر، ۱۹۹۹ء کو عدالت عالیہ کے شریعت اپیلیٹ

۳۵- مرجع سابق، ۱۹۵-۱۹۶۔

۳۶- مرجع سابق، ۱۹۶۔

بنچ نے فیصلہ سنایا۔ اس بنچ نے بنیادی طور پر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو بر قرار رکھا اور کچھ جگہوں پر تصحیح و اضافہ جات کیے۔ بنچ نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے مندرجہ ذیل آٹھ قوانین کو خلاف اسلام قرار دے کر ۳۱ مارچ، ۲۰۰۰ء کو انھیں کالعدم قرار دینے کا حکم جاری کیا:

۱۔ انٹرسٹ ایکٹ ۱۸۳۸ء۔

۲۔ ویسٹ پاکستان منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۰ء۔

۳۔ ویسٹ پاکستان منی لینڈرز رولز مجریہ ۱۹۶۵ء۔

۴۔ پنجاب منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۰ء۔

۵۔ سندھ منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۰ء۔

۶۔ این ڈبلیو ایف پی منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۰ء۔

۷۔ بلوچستان منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۰ء۔

۸۔ بینکنگ کمپنیز آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۲ء، کل سیکشن ۹۔

اس کے علاوہ یہ حکم بھی جاری کیا گیا کہ جن قوانین یا ان کی دفعات کو خلاف اسلام قرار دیا گیا ہے وہ ۳۰ جون، ۲۰۰۱ء کو کالعدم متصور ہوں گے۔[۳۷]

سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کا یہ فیصلہ تقریباً ۱۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں جسٹس خلیل الرحمٰن کے تقریباً ۵۰۰ صفحات، جسٹس مولانا تقی عثمانی کے تقریباً ۲۵۰ صفحات اور جسٹس وجیہہ الدین احمد کے ۹۸ صفحات کا تائیدی نوٹ شامل ہیں۔

عدالت نے فیصلہ سناتے ہوئے حکومت کو اس پر عمل در آمد کے لیے کچھ فوری نوعیت کے اقدامات کرنے کا حکم دیا۔ پہلا یہ کہ اس فیصلے کے بعد وفاقی حکومت ایک ماہ میں اسٹیٹ بنک آف پاکستان میں ایک اعلیٰ سطحی کمیشن تشکیل دے جو موجودہ سودی نظام کو شرعی نظام میں بدلنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے مکمل اختیارات رکھتا ہو۔ اس کمیشن میں علمائے شریعت، ماہرین معاشیات اور بنکاروں کو شامل کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ ایک ماہ میں قانون اور پالیمانی امور کی وزارتوں کے نمائندگان، اسلامی نظریاتی کونسل کے دو شرعی سکالرز یا کمیشن فار اسلامائزیشن آف

۳۷۔ مفتی محمد تقی عثانی، سود پر **تاریخی فیصلہ**، مترجم: ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثانی (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء)، ۲۵۶۔

اکانومی سے سکالرز لے کر ایک ٹاسک فورس قائم کی جائے جو امتناع ربا کا نیا قانون بنائے اور موجودہ مالیاتی قوانین کا جائزہ لے تاکہ انھیں شرعی نظام مالیت سے ہم آہنگ کیا جائے۔(۳۸)

شریعت اپیلیٹ بنچ کی جانب سے دیا گیا فیصلہ دراصل وفاقی شرعی عدالت کے دیے گئے سابقہ فیصلے کا تسلسل ہے۔ چوں کہ بلاسود بنکاری کی حتمی رپورٹ جب اسلامی نظریاتی کونسل نے تیار کی تو اس وقت بھی مفتی محمد تقی عثمانی کونسل کے ممبر تھے اور ان سمیت دیگر علما نے سوال نامے کے جواب تحریر کیے۔ پھر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے میں بھی مفتی محمد تقی عثمانی سمیت دیگر علما کی آرا کے ساتھ ساتھ اسلامی نظریاتی کونسل کی حتمی رپورٹ سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔ شریعت اپیلیٹ بنچ کے فیصلے میں تو جسٹس مفتی تقی عثمانی نے تقریباً اڑھائی سو صفحات خود تحریر فرمائے۔ اس طرح سے اسلامی نظریاتی کونسل سے لے کر شریعت اپیلیٹ بنچ کے فیصلے تک ایک خاص تسلسل وارتقا پایا جاتا ہے اور رپورٹ کی تیاری اور عدالتوں کے فیصلوں میں کچھ ایسی شخصیات شامل رہیں جو اس سارے عمل میں شریک تھیں۔

عدالت کی طرف سے دی جانے والی مدت کے ختم ہونے سے پہلے یونائیٹڈ بنک نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں فیصلے کو معطل کرنے اور نظر ثانی کی درخواست دے دی، جسے حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ تاہم بنچ نے معطل کرنے کی درخواست پر تو غور نہیں کیا البتہ نظر ثانی کی درخواست پر حکومت کو مزید ایک سال ۳۰ جون، ۲۰۰۲ء تک مہلت دے دی۔ جب کہ حکومت نے ۳۱ / دسمبر، ۲۰۰۵ء تک کی مہلت طلب کی تھی۔ اس کے بعد پی سی او پر حلف نہ اٹھانے کی وجہ سے شریعت اپیلیٹ بنچ کے بیشتر ججز ریٹائرڈ ہو گئے۔ جسٹس تقی عثمانی کو بھی فارغ کر دیا گیا۔ اس دوران ایک شریعت اپیلیٹ بنچ تشکیل دیا گیا جس کا سربراہ جسٹس ریاض الحسن گیلانی کو بنایا گیا۔ ان کے ساتھ جسٹس منیر اے شیخ اور دو علما، علامہ خالد محمود اور رشید جالندھری، کو رکھا گیا۔ یہ بنچ بنیادی قانونی تقاضے پورے نہیں کر رہا تھا، اس لیے کہ جس بنچ نے وہ فیصلہ دیا تھا اسی بنچ کو اس فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کا حق تھا۔ بہر حال اس شریعت اپیلیٹ بنچ نے ۲۴ جون، ۲۰۰۲ء کو یونائیٹڈ بنک کی نظر ثانی کی درخواست پر فیصلہ سناتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کے سابقہ فیصلے اور شریعت اپیلیٹ بنچ کے فیصلے سے متعلق بعض نکات پر دوبارہ غور کرنے کے لیے معاملہ وفاقی شرعی عدالت بھیج دیا۔(۳۹)

۳۸- مرجع سابق، ۲۵۴-۲۵۶۔

۳۹- پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی، **پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے کا عمل** (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، ۲۰۱۱ء)، ۳۷۔

۲۰۰۲ء سے ۲۰۱۲ءتک یہ معاملہ وفاقی شرعی عدالت کے سرد خانے میں رہا۔ اس دوران ۴ اگست، ۲۰۱۲ء کو تنظیم اسلامی کے خالد محمود عباسی کی طرف سے ایک درخواست وفاقی شرعی عدالت میں دائر کی گئی جس میں ۱۹۹۹ءاور ۲۰۰۲ء کے فیصلوں کو بنیاد بنا کر کیس کی سماعت کی استدعا کی گئی، جو قانونی تقاضے پورے نہ کرنے کی بنا پر رد کر دی گئی۔ پھر ۲۸ جولائی، ۲۰۱۳ء کو خالد محمود عباسی نے قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد دوبارہ درخواست جمع کرائی جسے سماعت کے لیے منظور کر لیا گیا۔اس کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اس طرح کی دیگر درخواستوں کو یک جا کر کے کیس کی سماعت کرنے کا فیصلہ کیا۔[۴۰]

دوسری پیشی میں عدالت کی طرف سے ۱۴ سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ ماہرین قانون، علما اور معاہرین معاشیات کو بھیجا گیا، جس کی روشنی میں طلب کردہ سوالات کے جوابات کی روشنی میں اس کیس پر بحث کی جائے گی۔ بہرحال تنظیم اسلامی کی جانب سے ۱۴ سوالوں کے مفصل جواب تیار کر کے عدالت میں جمع کرائے گئے اور استدعا کی گئی کہ اس کیس کی نزاکت کے پیش نظر اس کو جلد نمٹایا جائے۔ لیکن اس کے بعد تادم تحریر وفاقی شرعی عدالت میں اس کیس پر کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہو سکی۔اس دوران حافظ عاطف وحید، ڈائریکٹر شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، لاہور نے وکلا سے اس حوالے سے مشاورت کی اور اس کیس کو آئین پاکستان کی دفعہ F-۳۸ کے تحت تیار کیا جس میں استدعا کی گئی حکومت جلد از جلد ربا کو ختم کرے۔ اس کیس کو تیار کر کے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی جانب سے سپریم کورٹ میں درخواست داخل کی گئی، جسے بوجوہ رد کر دیا گیا۔ بہرحال اس کے خلاف اپیل داخل کرانے پر اس کیس کی سماعت کا فیصلہ کیا گیا۔ سپریم کورٹ کے رجسٹرار نے اس کیس کو جسٹس سرمد جلال عثمانی کو سماعت کے لیے پیش کیا اور ان کے ساتھ جسٹس عظمت سعید کو بنچ میں شامل کیا گیا۔ انھوں نے ۵/اکتوبر، ۲۰۱۵ء کو اس کیس کی مختصر سماعت کے بعد فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ چوں کہ یہ کیس پہلے سے ہی وفاقی شرعی عدالت میں زیر سماعت ہے اس لیے اس درخواست کو رد کیا جاتا ہے۔[۴۱]

اس کے بعد یہ معاملہ اب وفاقی شرعی عدالت میں زیر سماعت ہے جس میں بہ ظاہر مستقبل قریب میں کسی پیش رفت کا امکان نظر نہیں آتا اس لیے کہ حکومت اس معاملے میں سنجیدہ نہیں ہے۔اسی وفاقی شرعی عدالت کی جانب سے ۱۹۹۱ء میں سود کے خلاف فیصلہ سنایا گیا جسے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں چیلنج کر دیا

۴۰- حافظ عاطف وحید، "تنظیم اسلامی کی انسدادِ سود کی جدوجہد کی روداد"، **میثاق**،لاہور، ۶۴: ۱۱ (نومبر ۲۰۱۵ء)،۶۷- ۶۸۔

۴۱- مرجع سابق،۶۹- ۷۰۔

گیا۔اس بنچ نے بھی جب ۱۹۹۹ء میں سپریم کورٹ کے فیصلے کو بر قرار رکھا تو پھر دوبارہ اپیل کر دی گئی۔ پھر پی سی او کے تحت ایک غیر قانونی بنچ کے ذریعے دوبارہ اس فیصلے کو وفاقی شرعی عدالت بھیج دیا گیا۔یہ سب حربے سود کو ختم کرنے کے حوالے سے حکومتی عدم دل چسپی کا مظہر ہیں۔

شریعت اپیلیٹ بنچ کے فیصلے کے بعد بھی حکومتی رویہ انسداد ربا کے حوالے سے غیر سنجیدہ رہا۔ نتیجتاً ۱۹۶۳ء سے دسمبر ۱۹۹۹ء تک تقریباً ۳۷ سال کے بعد بھی انسداد ربا کے حوالے سے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا جا سکا۔ مزید یہ کہ ۱۹۹۹ء سے تاحال یہ معاملہ عدالتوں کے سرد خانوں پر پڑا ہے۔

نتائج بحث

مذکورہ مقالے میں انسداد ربا کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، شریعت اپیلیٹ بنچ کے کردار اور حکومتی طرزِ عمل کو واضح کیا گیا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے سترہ سال کی محنت کے بعد سود کے حوالے سے حتمی رپورٹ ۱۹۸۰ء میں حکومتِ پاکستان کو پیش کی۔ انسداد ربا کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل کی جامع رپورٹ ایک اہم سنگ میل ہے، جس میں بیان کردہ سودی نظام کے متبادل اسلامی نظام معیشت کے خدوخال پر مبنی نظام معیشت کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق مستحکم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وفاقی شرعی عدالت کا ۱۹۹۰ء میں سود کے خلاف تاریخی فیصلہ اور بعد ازاں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کا ۱۹۹۹ء میں اس فیصلے کو برقرار رکھنا بھی نمایاں کارنامے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی حتمی رپورٹ، وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بنچ کے فیصلوں پر بہت حد تک اثرانداز ہوئی ہے، گویا ان میں ایک تسلسل و ارتقا پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں تجویز ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کی روشنی میں اور وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلیٹ بنچ کے فیصلوں کی روشنی میں سود کا خاتمہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں حکومت کا سنجیدہ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے کہ جب ہم ۱۹۶۳ء سے اب تک کی پیش رفت کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ہمیشہ حکومت کی جانب سے لیت و لعل سے کام لیا گیا۔ چناں چہ حکومت کو اس حقیقت کا ادراک ہو جانا چاہیے کہ ایک مضبوط و مستحکم معاشی نظام کے لیے انسداد ربا ناگزیر ہے۔ علاوہ ازیں آئینی اداروں کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ انسداد ربا کے سلسلے میں جو کام ابھی تک ہوا ہے اس کو دورِ حاضر کی ضروریات کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔

۞۞۞۞۞